فائزہ افتخار

راحت سحر و شیریں

شخصیت اور نام کے تال میل کا دھیان رکھنا میرا خاموش مشغلہ ہے۔ خاموش اس لیے کہ میں نے آج تک کسی کو اس راز میں شریک نہیں کیا۔

نام شخصیت کا آئینہ ہوتے ہیں۔ اس پر میں اندھا اعتقاد رکھتی ہوں خود اپنے اسم بامسمیٰ ہونے کا ادراک مجھے ذرا سی سمجھ آتے ہی ہو گیا۔ میرا نام اماں نے کنیز فاطمہ رکھا تھا انہوں نے تو دختر رسول سے عقیدت اور محبت کے اظہار کے طور پر لیکن دنیا نے مجھے سچ مچ کی کنیز ہی تو سمجھ لیا۔ سات بہن بھائیوں میں میرا نمبر پانچواں تھا۔ سب سے بڑی دو بہنیں، پھر دو بھائی میرے بعد دو اور جڑواں بھائی ابھی اسکول میں کہ دونوں بہنوں کے بیاہے جانے کی وجہ سے تمام تر ذمہ داری مجھ پر آ گئی، پھر شادی شدہ بہنو خاطر مدارت، ان کی زچگیوں میں خدمت سنبھالنا، پوتڑے سینا، بدلنا دھونا وغیرہ وغیرہ میری ڈیوٹی میں شامل ہوتے چلے گئے۔

اس شاندار کارکردگی سے متاثر ہو کر نئی آ بھابھیاں بھی میری خدمات سے استفادہ کرنے یوں صبح سے شام تک کی چاکری نے مجھے سچ مچ کی (وہ بھی بے دام کی) سمجھنا شروع کر دیا۔ میں نے فرض کر لیا کہ نام شخصیت پہ لگے لیبل کی طرح ہے جو لیبل پہ لکھا ہو گا وہی اندر سے برآمد ہو گا۔ قدرت بھی میرے اس یقین کو پختہ کرتی چلی گئی۔ شادی کا تجربہ سونے پہ سہاگہ ثابت ہوا۔ میں خیر خود کو کنیز کب کا مان ہی لیا تھا۔ لیکن حقیقتاً کے ساتھ کس طرح پیش آیا جاتا ہے یہ اب میری ساس کا نام افسر سلطانہ تھا اور ان میں افسر بھی موجود تھی اور سلطانی جاہ و جلال بھی لشکار تھا سسر مسکین تھے۔ نام کے بھی اور ہتھکنڈوں کے بھی میرے مجازی خدا متین رضا ولد مسکین رضا متین و حلیم تھے۔ اماں جی بیوی بچوں کے سامنے انہیں سخت سست سنا دیتیں تو مسکراتے ہوئے ان پاؤں داب رہتے۔ ان کی متانت بیوی کو ماں ہاتھوں پٹتے دیکھ کے بھی برقرار تھی۔

ناولٹ

میرے ہاں اوپر تلے کے تین بیٹے ہوئے تو میں نے مستقبل کی پیش بندی کرتے ہوئے ان کے نام فیاض عادل اور فیضان رکھے تاکہ ان میں عدل و انصاف، حق گوئی، فیاضی اور اپنی ذات منوانے کے اوصاف پیدا ہوں۔

آخر میں بیٹی پیدا ہوئی۔ جس کا نام میں نے بڑے چاؤ سے شہزادی خوش بخت تجویز کیا، وہ سچ مچ کی شہزادی ثابت ہوئی۔ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن، باپ کے کلیجے کی ٹھنڈک، دادا کی آنکھوں کا نور اور دادی کی راج دلاری۔ ان کی اپنی تو کوئی بیٹی نہ تھی اس لیے بیٹی کے حصے کا پیار پوتی پہ لٹا دیا۔ لاڈ محبتیں، شفقتوں کے ہنڈولے میں جھولتا دیکھ کے مجھے اپنی بچپن کی حسرتیں معدوم ہوتی محسوس ہوتیں۔ گھر بھر نے اسے ہتھیلی کا چھپھولا بنا کر رکھ دیا۔ اگرچہ اس کے لاڈ اٹھانے میں میری ساس سب سے پیش پیش تھیں۔ بلکہ لیکن کیا ہوا کہ ذرا اس نے قد کاٹھ نکالا وہ ہولنے لگیں۔ اب انہیں اس کے رنگ ڈھنگ ڈرانے لگے تھے، اس کی نازک مزاجی، ضد، ہٹ دھرمی، بچپنا، پھوہڑپن سب چبھنے لگا۔ اٹھتے بیٹھتے مجھے بیٹی کو سنبھالنے کی "نصیحت" (نقل) دینے لگیں۔

لیکن اب کیا ہو سکتا تھا شہزادی نے پیدا ہوتے ہی خود کو اتنا اہم دیکھا تھا اپنی ہر بات منوانی تھی انکار کا منہ تک نہ دیکھا تھا اب جب اس کی ضدی طبیعت اور خود پسند فطرت پختہ ہو چکی تھی میں اسے "بیبی بچی" بنا سکتی تھی؟ جو چپ چاپ روٹیاں بیلتی رہے، بھائیوں کے کلف زدہ کپڑے زور لگا لگا کر استری کرتی رہے اور دادی کے سرہانے سر دبانے کے بجائے بیٹھی سر دباتے دباتے مراۃ العروس کے اقتباسات سنتی رہے۔

اسکول سے آ کر وہ یونیفارم میں ہی ٹی وی کے آگے جم جاتی وہیں کھانے کی ٹرے پیش ہوتی۔ کھانا کھا کے ذرا سا پرے سرکا کر وہ کارپٹ پہ ہی اوندھی لیٹی ٹانگیں ہلاتے ہوئے کیبل کے چینل بدلا کرتی۔ آنکھیں تھک جاتیں تو لائٹ آف کر کے اسی جگہ لیٹے لیٹے صوفے کا کشن سر کے نیچے دھر کے ٹیپ آن کر دیتی۔ جنون کے جنگلی اور ابرار الحق کے ڈھول گیت سنے جاتے۔ اب دادی کو فکر لاحق ہو گئی کہ اگلے گھر جا کر "گلاڈوں بیلی" کھائے گا کیا۔ لیکن مجھے اس کی کوئی فکر نہ تھی۔ یہ میرا اس کے مبارک نام پہ اندھا اعتقاد تھا۔ رہیں اماں جی تو خدا جھوٹ نہ بلوائے عمر زیادہ ہو جائے تو انسان کو یونہی وہم ستایا کرتے ہیں۔ خصوصاً جس نے ساری زندگی دوسروں کے سینے پہ مونگ دلے ہوں، ان کو مکافات عمل کا زیادہ ہی خوف ہوتا ہے۔ بیٹی ان کو خدا نے کوئی دی نہیں، اس لیے خوف خدا سے بے نیاز ہو کے بڑی توجہ اور دھیان کے ساتھ بہو کے بخیے ادھیڑے۔ اب یاد آتا ہوگا تو لرز جاتی ہوں گی کہ کہیں خدانخواستہ لاڈلی پوتی کو بھی ان ہی کے جیسی ٹرینڈ اور پرفیکٹ قسم کی ساس نہ مل جائے۔

سزا اور جزا پہ میں بھی ایمان رکھتی ہوں اور مانتی ہوں کہ بعض اعمال کی سزا اسی جہان میں بھگتنی پڑتی ہے، ساتھ ساتھ میرا ایمان یہ بھی ہے کہ بعض نیکیوں کا اجر بھی اسی دنیا میں وصول ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اپنی اس مثبت سوچ اور ہر معاملے کا روشن پہلو دیکھنے کی وجہ سے میں اماں جی کی بہ نسبت مطمئن تھی کہ میری عمر بھری محرومیوں، صبر اور برداشت کا صلہ اللہ تعالیٰ میری بیٹی کو دیں گے۔

شائد میرے ایمان کی پختگی اللہ کو پسند آئی تھی اسی لیے اس نے میری سوچ کو لوح پہ محفوظ کر لیا۔

یہ کوئی تین سال پہلے کی بات ہے شہزادی خوش بخت دوسری بار میٹرک کا امتحان دے کر فارغ ہوئی تھی۔ پڑھائی کے معاملے میں وہ بس یونہی سی ہے حالانکہ میرے تینوں بیٹے ماشاء اللہ بڑے لائق فائق ہیں۔ فیاض ڈاکٹر ہے تو فیضان نے بھی کمپیوٹر میں کوئی اونچی سی ڈگری لے رکھی ہے۔ عادل کا رجحان کامرس کی طرف تھا اس نے بی اے کے بعد مزید تعلیم حاصل کی۔ پھر بھی ذہانت میں دوسرے بھائیوں سے کم نہیں۔ جب کہ شہزادی نے پہلے سال میٹرک کا امتحان تو اسکول کے ساتھ ساتھ محض ٹیوشنز رکھوا کے

مضامین میں رہ گئی۔ کمپارٹ کے دوبارہ پیپرز پہلے سے بھی کم نمبر آئے اس سال میں نے حالانکہ اس کے ساتھ زبردستی کرنا ہوئے شیر کے مترادف ہے) اسے دوبارہ سارے پرچے دینے پر آمادہ کیا۔

ہوئی تو مجھے فیاض کی شادی کی فکر لگ گئی۔ سالوں سے اسے دولہا بنا دیکھنے کی آرزو تھی۔ لیکن ڈاکٹری کی تعلیم کی طوالت آڑے آئی تھی تو ہاؤس جاب کے مشکل دن رکاوٹ بنے۔ اب خیر سے اپنے پیروں پہ کھڑا ہوا تو میرے ارمان پورے ہونے کے دن آئے۔ شہزادی کو ساتھ لے کر میں نے دلہن ڈھونڈ مہم پہ کمر کس لی۔

دو تین گھر ہی کھنگالے تھے کہ ایک عجیب واقعہ ہوا۔ جس گھر میں لڑکی دیکھنے گئی تھی اس کی خاتون اگلے دن میری بچی کا رشتہ لے کر میں حیران پریشان شہزادی کے بارے میں تو کچھ سوچا ہی نہیں تھا۔ میرے شوہر بیٹے مصر متفق تھے کہ ان کو حتمی جواب دے دیا جائے۔ میری ساس بضد تھیں کہ لڑکے کے اور اس کے گھر کے بارے میں معلومات حاصل کر لینے میں مضائقہ نہیں۔

لڑکے کے بارے میں جملہ تفصیل میرے گوش گزار ہوئی تو میرا دل جیسے میرے ہاتھوں میں

میرا تمام تر دھیان صرف لڑکے کے نام پہ اٹک کر رہ گیا "مطیع" سے اپنے شوہر کا اس کی کم آمدنی بیٹیوں کا اس کی عمر پہ نہ ہی میں نے زندگی میں یہ ایک موقع تھا میں نے ہمت کر کے اپنی مرضی چلانا چاہی اور شاید میں اتنی ہمت بھی نہ کر پاتی اور منوانا چاہا اگر میری ساس ہم نوا نہ ہوتیں کہ میری آواز بلند ہوئی تھی تو یہ بھی اس آواز میں اماں جی نے آواز ملائی

(نہ کہ جوتی اٹھائی تھی۔)

ان کا اس رشتے پہ اصرار لڑکے کے بہترین "گھرانے" کی وجہ سے تھا۔ وہ بہن بھائیوں میں درمیان کا نمبر رکھتا تھا۔ درمیان والے بیٹے کے لیے مائیں ویسے بھی ذرا کم تسلط پسند ہوتی ہیں۔ سارے چاؤ نخرے بڑے اور چھوٹے چہیتوں کے لیے ہوتے ہیں اور یہاں تو مطیع الدین کی والدہ خود عرض کر رہی تھیں کہ "میرا بیٹا سرگودھا جیسے چھوٹے شہر میں نہیں رہنا چاہتا۔ لاہور کراچی یا اسلام آباد سیٹل ہونا چاہتا ہے۔ ہم اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں تاکہ اپنا گھر بار بسا کر الگ ہو۔ دراصل ہم تو اپنا آبائی اور جدی پشتی گھر اور شہر نہیں چھوڑ سکتے نا، ہمارے بڑوں کی قبریں یہاں، ہماری بہنوں، دھیوں کی سسرالیں یہاں بس مطیع کا مزاج اور طرح کا ہے اسے جیسی بیوی چاہیے تھی۔ آپ کی بیٹی بالکل ویسی ہے شوخ، معصوم، حسین اور الھڑ۔"

اور میری ساس بالکل ہی ریجھ گئیں۔ انہیں عمر کا بارہ تیرہ برس کا وقفہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بس اپنی پوتی کو بغیر ساس نند کے اکیلے گھر میں دندناتی دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں اور میں..... مجھے تو اپنے متوقع داماد کا نام پسند آیا تھا۔ مطیع..... واہ کیا نام ہے ان شاء اللہ تعالیٰ میری لاڈو کا مطیع و فرمانبردار ہی بن کے رہے گا میں نے اللہ کا نام لے کر ہاں کر دی۔

باپ اور بھائی نیم رضا مند سے تھے، لیکن چند ہی دنوں بعد ان کے بل بھی دور ہو گئے۔ جب پتا چلا مطیع مقابلے کے امتحان میں پاس ہو گیا ہے۔ افسر لگ گیا ہے دارالحکومت میں مجھے اپنی بچی کے "خوش بخت" ہونے میں کوئی شبہ نہ رہا۔ سرکاری بنگلہ، نوکر چاکر، جھنڈے والی گاڑی۔ باوردی ڈرائیور، رعب دار افسر ٹائپ شوہر جو گھر آ کر سرکار کے بجائے بیوی کی ملازمت کرے اور سسرال کے جھنجھٹ سے آزادی الگ۔

فیاض میرا بڑا بیٹا اگرچہ اپنے نام کی طرح بڑے کھلے دل والا ہے اس نے ایک بار نہ جتایا کہ اس کی دلہن ڈھونڈتے ڈھونڈتے میں بچی کو بیاہنے کے چکر میں لگ

گئی۔ پھر بھی مجھے خود احساس تھا اس لیے بیٹی کے ساتھ ساتھ بیٹے کی مہم بھی جاری رکھی۔ میں چاہتی تھی بیٹی جائے اور بہو آئے۔ میرے اس فیصلے پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میری نصیبوں والی بیٹی جاتے جاتے اپنی خوش بختی کا سایہ مجھ پر ڈال رہی تھی۔ جب سے میرے فیصلے کے روشن نتائج سامنے عیاں ہوئے تھے سب ہی مجھے ماننے لگے تھے حتیٰ کہ میری ساس بھی میری دور اندیشی کی گرویدہ ہو گئی تھیں۔ خاندان کے لوگ جو مجھے اتنی چھوٹی سی بچی کو بیاہ دینے پر [illegible] آئے تھے [illegible] پر میرے داماد کی شان شوکت دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اب بہو کے معاملے میں بھی تقریباً تمام اختیارات میرے تھے۔

یہ بھی غنیمت کہ میں اپنے سسرالی رشتہ میں کوئی ایسا قریبی رشتہ نہ تھا کہ جس کی بیٹی لانے کے لیے مجھ پر ساس اور سسر کا دباؤ ہوتا۔ نند واللہ کے فضل سے کوئی تھی نہیں لے دے کر ایک جیٹھ تھے جو بیس سال سے شارجہ میں مقیم تھے۔ ان کی بیٹیاں میرے بیٹوں سے خاصی بڑی تھیں اور کئی سال پہلے بیاہی جا چکی تھیں۔

ہاں رشتے کی ایک نند تھیں چونکہ سگی نہ تھیں اس لیے ان سے میرے تعلقات کچھ اچھے رہتے تھے اور پھر میری ساس بھی اپنی بھتیجی سے ان کی کم ہی بنتی تھی اس لیے بھی میرے واسطے کے دنوں میں ہی انہوں نے خاصی دوستی کا ہاتھ بڑھایا مجھ سے۔ لیکن جب سے مجھے بہو لانا ہوا تو ان کی نظر میرے بیٹوں پر اپنی اکلوتی دختر کے لیے تھی اب [illegible] رہتی۔ میرا کوئی دماغ خراب ہے جو اپنے ہونہار ڈاکٹر بیٹے کے لیے ان کی [illegible] بیٹی کو بیاہ لاتی [illegible] مجھے سے [illegible] اس کی اول جلول شخصیت کے پیش نظر اسے بھی [illegible] لیکن پچھلے [illegible] اس زمانے کی لڑکی کے رنگ ڈھنگ طور طریقے ہوں تو [illegible] محترمہ [illegible] جب پہلی بار [illegible] کو اپنی ستائی سے کس کسا کے چوٹی گوندھتی کہ کہیں کچھ بال بھی [illegible] رنگ اڑے ہوئے بوسیدہ سا [illegible] شلوار قمیص پہن کر مجھے لگے [illegible] پھرتی رہتی۔ بھلا کسی نے آج کے زمانے میں گریجویٹ لڑکی دیکھی ہے کوئی مانے نہ مانے یہ نام کا اثر ہے "انوری"۔ "نام سے ہی [illegible] کرانے والی [illegible] لگتی ہے اور ماں کے ارمان تو میرے ڈاکٹر بیٹے کے لیے [illegible] ایسا رکھا ہے تو اللہ بھی کوئی [illegible] شکر ہے میری ساس کو وہ بھی بھی ایک آنکھ نہیں بھاتی ہمیشہ اسے نند مجھ کے برداشت کرتی رہیں اور [illegible] ان کو [illegible] کر ہموار کر لیتی۔

اور رہا میرا [illegible] تو میرے [illegible] سب سے عمر میں خاصے بڑے تھے "ابھی حساب ہے" اولادیں میری اولادوں نے "الحمد للہ سب سے [illegible]" بھائی کی چار بیٹیاں تھیں۔ دو بیاہ دی ہیں اب دو رہ گئی ہیں لے دے میری طرف سے خاصی آس تھی جو میں نے خاصی بے دردی سے توڑ دی یہ کہہ کر کہ [illegible] بھیا مجھے سسرال میں کبھی بھی خاطر میں [illegible] بھلا میرے میکے سے بہو آئے گی کون دے گا۔ میری سنتے ہے وغیرہ وغیرہ۔"

حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ اس کی پڑھی لکھی بھابی نے اپنی بیٹیوں کی تربیت کچھ زیادہ ہی کر ڈالی تھی تعلیم پر بھی ضرورت سے زیادہ ہی توجہ دی گئی تھی کہ پہلی دو بیٹیاں بھی اس قدر مشکل سے بیاہی گئی تھیں۔ پی ایچ ڈی بیٹی کے لیے بر ڈھونڈنے میں دانتوں پسینہ آگیا۔ پھر آخر کار چالیس سالہ رنڈوا پروفیسر ملا اور ایم اے کی دوسری بیٹی نے خود ہی ہاتھ پیلے کرنے کے اپنے پاس کیا (محبت کی) اور گھر بار والی ہوئی۔ اب [illegible] تھیں پوری "ابو" ہے ہم بھی ایک لطیفہ ہے۔ ہم ہی کی طرح فصیح و بلیغ مقررہ، مصنفہ، ایم اے صحافت، اخباروں میں لکھتی ہے اور خدا کی پناہ اس قدر بولتی ہے کہ [illegible] کی کمپیئر بولتی ہوگی۔ اتنی چلتی زبان [illegible] مجھے اپنے [illegible] بیٹے کی بالکل ہی بولتی [illegible] اور دوسری باقاعدہ توبہ کیا [illegible] نام [illegible] زبان کو بل پڑ جائے حلق کو غرارے [illegible] سچ بیچ کی باقاعدہ روزگار ہر فن [illegible] بیوٹی پارلر سینٹر کھول کر بیٹھی ہے۔ دو ماہ بعد اسی [illegible] کھول لیا اور دل بھر گیا تو لاکھوں میں لیا [illegible] اونے پونے بیچ کر رسالہ نکالنے کے [illegible] بیٹھی ہے گھڑی میں تولہ گھڑی میں [illegible] بیٹے کی کمائی اس کے نت نئے شوق پورا [illegible] میں ہی لگ جائے گی اس کا تو وہ حساب ہے [illegible] نگلی کہ دوبارہ آنے۔

[illegible] میں کوئی اچھی لڑکی نہ پا کر مجھے رشتہ کرانے والی مائی کی ہی خدمات حاصل کرنا پڑیں۔ [illegible] کی شادی کی تیاریاں جاری تھیں۔ ساتھ ساتھ زور شور سے لڑکی ڈھونڈی جا رہی تھی میری ہر ممکن کوشش تھی کہ دونوں کی شادی ساتھ ہی انجام پا جائے اس کے لیے ضروری تھا میری پسند کی بہو مجھے جلد مل جائے۔ ایک لڑکی ذرا اچھی لگی تو بھائی کو کسی اچھے [illegible] اور رنگ بڑی بڑی آنکھیں اور سب سے [illegible] پڑھ رہی تھی [illegible] جوڑا اچھا تھا مگر نام [illegible] رضیہ سلطانہ میری ساس بھڑک [illegible] نام [illegible] سن کر لیکن میں بھڑک گئی [illegible] بیٹھ جائے گی حکومت کرنے توبہ توبہ اتنا جلالی [illegible]

ایک لڑکی میری [illegible] کے سسرال میں تھی۔ مشتری [illegible] اس دنیا کی نہ لگی تھی میں دیکھنے جانا [illegible] کے اصرار پر چلی گئی اور وہی ہوا [illegible] مخلوق جیسی تھی سپاٹ سا تھا [illegible] معصوم سی حد [illegible] والے ہونٹ اور [illegible] نیچے جوڑے میں سے [illegible] کرتے تھے۔ رشتہ کرانے والی مائی نے تنگ [illegible] پوچھا بھی کہ میری کیا شرائط ہیں تاکہ وہ ان کے مطابق لڑکی ڈھونڈے۔ اب اسے بھلا کیا بتاتی کہ میری بہو کا نام بڑا اچھا سا پیارا ہونا چاہیے تاکہ نام کے گن اس کی ذات میں ہی چمکیں۔ خدا خدا کر کے ایک ایسی لڑکی مل ہی گئی۔

میں بڑی بے دلی سے تنگ گلیوں میں بنے اس چار مرلے کے کچے پکے مکان میں گئی تھی جہاں رہنے والی لڑکی کی تعریفوں کے پل مائی نے باندھ دیے تھے۔ اس کی ماں کا [illegible] ہی میں انتقال ہوا تھا باپ پہلے ہی سے نہیں تھا۔ اس کے پرچون فروش بھائیوں کو دیکھ کر میرا دل اور کھٹا ہو گیا۔ بھلا یہ اس قابل ہیں کہ میرے ڈاکٹر بیٹے کے سامنے کھڑے ہو سکیں۔

میں نے کھا جانے والی نظروں سے [illegible] مائی کو گھورا۔

"یقین کریں باجی! بیٹا اچھی ہے میری نند بے چاری آپ اسی سے اندازہ کریں کون سی بھابی اپنی نند کی اتنی تعریفیں کرتی ہے جتنی میں کر رہی ہوں۔ وہ تو ہے ہی ایسی، ہر کسی کا دل موہ لیتی ہے۔ اتنی خدمت گزار، اتنی نیک فطرت، بس ہی [illegible] بے چاری۔"

میں نے بے رخی سے [illegible] میرون لپ اسٹک اور اوور بلش آن سے [illegible] بھابی صاحبہ "کا قصیدہ سنا" جس میں وہ [illegible] اپنی نند کا [illegible] تعارف کراتے ہوئے اسے بے چاری اچھی ثابت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اب [illegible] بے چارہ ہونا کیسے اچھا ہے [illegible] آگئے۔

"اس کی عمر کی لڑکیوں کو تو [illegible] سے فرصت نہیں اس نے دن رات اپنی ماں کی [illegible] خدمت کی کیا کوئی نرس کرتی ہوگی۔ [illegible] جب میری ساس کو فالج ہوا بالکل معذور ہو [illegible] گھر بیٹھ گئی [illegible] تھے ہم پہ [illegible] اسی نے راتیں جاگ کر ماں کو سنبھالا [illegible] دیکھ بھال بڑی خدمت کی اس نے ماں کی آخری وقت تک۔"

دوسری بھابی جو اپریل کے مہینے میں ولایت کو

100
معاذ حسن

منقش سے سجا سوٹ پہنے بہار ہی تھیں' تعریف کرنے میں پیچھے کیوں رہتیں۔

"تو کیا میٹرک تک نہیں کیا لڑکی نے۔" میرا دل بالکل اچاٹ ہو گیا' میرا بس نہ چل رہا تھا مائی کو کچا چبا ڈالوں' جو گلاب جامنیں' نمکو میں لپیٹ لپیٹ کر ٹھونس رہی تھی۔

"نہ جی' پرائیویٹ امتحان دیا بڑی لائق فائق ہے۔ یہ تو ماں کی ذمہ داری نہ پڑتی سر پہ تو نجانے کتنا پڑھتی' اتنی محنت کرنے کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ ایف اے بھی کیا' سلائی کڑھائی کا کورس بھی کیا۔"

لڑکی اندر آئی۔ درمیانہ قد' درمیانی جسامت' دبتا ہوا گندمی رنگ' سادہ سے نقش' چہرے کی سنجیدگی عمر پچیس چھبیس سال تک بتاتی تھی' جس کی وجہ صاف ظاہر تھی کہ ساس کے ہوتے تک نند کو بیاہ دینا وہ افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ مفت کی ایک نرس ہاتھ سے نکل جاتی اور اب اس کے گزر جانے کے بعد' اس بے مقصد سے وجود کو مزید برداشت کرنے پر بھی تیار نہ تھے' اسی لیے تعریفوں کے پہاڑ کھڑے کیے جا رہے تھے۔ مجھے اس کی سہمی سہمی سی شکل پہ ترس سا آیا' پاس بٹھا کے یوں ہی حسب عادت پوچھ لیا۔

"کیا نام ہے تمہارا بیٹی؟"

"جی! راحت۔" میں کھل اٹھی' ساتھ ہی ساتھ بیگن اور بھنڈی رنگ والے سوٹوں میں ملبوس دونوں بھابیوں پہ بھی سخت تاؤ آیا کیا تھا جو اتنی بکواس کرنے کے بجائے فقط بچی کا نام ہی بتا دیتے۔ کم از کم اتنی دیر کی کوفت تو نہ اٹھانا پڑتی' اس یقین کے ساتھ کہ راحت نام کی یہ مسکین سی نظر آنے والی خدمت گزار بچی اپنے نام ہی کی طرح میرے گھر کے لیے تسکین و راحت کا باعث بنے گی۔ میں نے جھٹ ہاں کر دی۔ بھنڈی رنگ کے ویلوٹ والے سوٹ میں ملبوس بھابی کے پسینے چھوٹ گئے اور میرون لپ اسٹک والی کے ناک کے نتھنے مزید پھولنے لگے جبکہ مائی سموسہ منہ میں رکھ کر چبانا بھول گئی شاید خود اسے بھی میرے اس رشتے کو قبول کرنے کی امید نہیں تھی۔

میں نے محسوس کیا کہ فیاض راحت کی تصویر دیکھنے کے بعد کچھ بجھ سا گیا ہے' اس نے ہونے والی بیوی کی شکل و صورت میں تو نہیں البتہ تعلیم کے بارے میں کچھ ہلکا سا اعتراض ضرور کیا جسے میں نے مسترد کر دیا۔

"بالکل جاہل تو نہیں ایف اے کیا ہے' حالات نے مزید تعلیم حاصل کرنے سے روک دیا' ورنہ اچھی خاصی ہوشیار لڑکی ہے تمہاری خواہش ہے تو بعد میں پڑھاتے رہنا' ویسے بھی اگر سب ڈاکٹر' انجینئر بیویاں مانگنے لگیں تو یہ کم پڑھی لکھی لڑکیاں کہاں جائیں۔ کنویں میں ڈوب مریں' اپنی بہن کو دیکھو' صرف میٹرک کیا ہے اور اتنے بڑے سرکاری افسر کی بیوی بن رہی ہے یہ سب نصیب کے کھیل ہیں۔" اور وہ نصیب پر راضی بہ رضا ہو گیا۔

راحت دلہن بن کے اچھی خاصی لگ رہی تھی' آج میں نے اتنے بڑے پارلر سے تیار کروایا تھا۔ لہنگا بھی اس قدر قیمتی تھا یہ الگ بات کہ ساتھ بیٹھی میری شہزادی خوش بخت پریوں کو مات دے رہی تھی۔

"دلہن کا قد تو فیاض سے کافی چھوٹا ہے۔" کسی نے اعتراض کیا' واقعی میرے چھ فٹ اونچے چوڑے شانوں والے صحت مند گورے چٹے بیٹے کے آگے وہ بونی سی لگ رہی تھی۔ میں نے ہنس کے بات ٹالی۔

"اچھا ہے نا ساری عمر سر اٹھا کر جیے گی شوہر کے آگے اور شوہر ہمیشہ سر جھکا کے بات کرے گا۔"

نجانے کس منحوس گھڑی' یہ بکواس میرے منہ سے نکلی اور قسمت نے اس پہ مہر لگا دی۔ شادی کے موقع پہ منہ سجا کے پھرنے والے میرے پہلوٹی کے صاحبزادے ولیمے والے روز یوں چمک رہے تھے جیسے کوئی بانڈ نکل آیا ہو۔ میں ذرا کی ذرا ٹھٹھکی' پھر میری مثبت خیالی نے مجھے تسلی دی۔

"چلو اچھا ہے میرا اندازہ درست نکلا' راحت واقعی باعث راحت ہے۔" لیکن کب تک دیتی خود کو یہ تسلیاں' رفتہ رفتہ بی بی کے جوہر کھلنے لگے۔

ہمیشہ جھکی رہنے والی نظریں اب تنے ہوئے ابروؤں کے ساتھ گستاخانہ اشارے کرتی محسوس ہوتیں۔

مسکراتی تو وہ اب ڈھکے چھپے الفاظ میں چبھو چبھو کر تیر لگانے لگی۔ ابھی شادی کو ہفتہ بھر ہی ہوا تھا' البم میں شادی کی تصویریں سجاتے ہوئے اس نے بڑی ٹٹولتی نظروں سے مجھے دیکھا پھر بڑے رازدارانہ لہجے میں کہنے لگی۔

"آنٹی! دیکھیں نا' شہزادی اس تصویر میں کتنی چھوٹی سی لگ رہی ہے' ننھی سی گڑیا۔۔۔۔" دلہن بنی بیٹی کی خوبصورت تصویر دیکھ کر میں سرشار ہو گئی۔

"ہے بھی تو گڑیا' ابھی عمر ہی کیا ہے اس کی سترہ سال۔"

"واقعی؟ پھر آپ نے اتنی جلدی کیوں شادی کر دی اس بے چاری کی' کوئی خاص بات تھی کیا؟" وہ قدرے جھک کر بولی لیکن میں اس کے عام سے لہجے میں چھپے خاص مفہوم کو بھانپ نہ سکی۔

"بس قسمت کا لکھا۔۔۔۔ یوں بھی رشتہ تو اوپر آسمانوں پہ طے ہوتا ہے' اتنا اچھا لڑکا گھر بار' ہم نے بیاہ دی' آج نہیں تو کل یہ فرض ادا تو کرنا تھا۔" میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے کر اس کی تسلی کراؤں۔

"میں سمجھ گئی محبت وحبت کا چکر ہو گا' ہاں بھئی ٹھیک ہے آج کل کا زمانہ نہیں اولاد پر روک ٹوک کرنے کا۔ جہاں ان کی مرضی ہو وہاں جانا چاہیے' اسی میں بھلائی ہے اگر اولاد باغی ہو کر کوئی غلط سلط قدم اٹھائے اس سے تو بہتر ہے۔"

"نہیں نہیں بہو' تم غلط سمجھ رہی ہو۔"

میں نے ٹوکا لیکن میرا لہجہ چاہنے کے باوجود کڑک دار نہیں تھا' ریکشن جو نہیں' وہ اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے طنزیہ مسکراتی رہی۔ میرے سینے پہ برچھیاں چل گئیں۔ عجیب اذیت سی ہونے لگی۔

اس کا پھیکا سانولا چہرہ دیکھ کر جو ہمہ وقت ایک طنزیہ مسکراہٹ سے سجا رہتا اذیت کی یہ لہریں اس وقت اور شدید ہو جاتیں' جب اس کی دو دھاری زبان سیدھا میرے دل و دماغ پہ پے در پے وار کرتی۔ میں نے اس کا سامنا کم کرنے میں ہی عافیت جانی میرا یہ رویہ گھر کے ماحول کو سازگار رکھ سکتا تھا کہ جو اماں جی کا وجود نہ

ہو گا۔" راحت جیسی سویر سویر اٹھ کر سالوں سے سوئی ان کے اندر کی ساس پھر سے پوری آب و تاب کے ساتھ جاگ اٹھی۔ شاید میرے چپ چاپ بہتے آنسو دیکھ کے انہیں اتنا مزہ نہ آتا ہو جتنا راحت کو ترکی بہ ترکی جواب دیتے، برتن پٹختے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کے واویلا کرتے دیکھ کر آتا ہو گا۔

راحت اپنی ماں اور کسی کے ذوق کو راحت پہنچاتی ہو یا نہ ہو، پھپھو کی ساس کے ذوق جنگ و جدل کی تسکین ضرور ہو گئی تھی۔ لیکن اس عمر میں اتنی ٹینشن وہ سہار نہ سکیں اور بستر پر پڑ گئیں۔ ان کی حالت میں [illegible] تھی اور ہو صاحب پر [illegible] جتاتے ہوئے انہیں سمجھانے چل پڑے۔

"بیٹا! وہ [illegible] ہیں۔ [illegible] تو چپ چاپ سن لیا کرو میں بھی تو اتنے سالوں سے گزارا کر رہی ہوں صرف اپنے گھر کے سکون کے لیے [illegible] کیا رکھتی ہیں سوائے چند [illegible] کتنے [illegible] کے [illegible] لڑکی بھی مشکل نہیں [illegible] بات سے بھی کوئی ترکی بہ ترکی جواب دے [illegible] ان کی عمر کا لحاظ کرو۔"

"عمر کا لحاظ ہی تو ہے ابو! جو ابھی تک صرف زبان سے جواب دیتی ہوں ورنہ [illegible] کی نیت [illegible] دل [illegible] نہ ہوتے۔" بجائے [illegible] سے ابو کی [illegible] میں [illegible] جواب ڈھونڈ لیا تھا۔

"اس عمر میں اور بیماری میں انسان [illegible] ہو جاتا ہے۔ تمہیں اپنی دادی یاد نہیں [illegible] آخری دنوں میں ایسی ہی ہو گئی تھیں [illegible] میں نے سنا ہے تم نے ان کی بڑی خدمت کی۔"

مجھے اب اس کی [illegible] کے [illegible] سر [illegible] کرتے ہوئے [illegible] ایک گھونٹ پانی پلانے کی روادار [illegible]

"[illegible]"

[illegible]

اس خیال میں ہیں کہ میں آپ کی ساس کی [illegible] سرہانے تو بھول جاؤں گی۔"

"نانی اماں! مجھے اپنی ہوش بھی نہیں [illegible] ہاتھ پیر سلامت رکھے میں [illegible] ہوں اپنے بڑوں کی خدمت کے لیے۔"

اس کے بدتمیزی سے ہاتھ نچا نچا کے بولنے پر مجھے بھی غصہ آ گیا۔

"حیرت ہے کسی اور کو کیا توقع ہو گی جو اپنی سگی ماں تک کا لحاظ نہ کرتی ہو۔ بجائے ان کی مغفرت کے [illegible] انہیں کوس رہی ہو۔" میں تو کہہ کر باہر نکل گئی یہ جانے بغیر کہ میرا [illegible] سامنا بھی [illegible] سننے والی [illegible] اگلے دن فیاض ماتھے پہ تیوریاں سجائے، آنکھیں نکالے [illegible] صبح سویرے میرے [illegible] جواب طلبی کے لیے سوار تھا۔ میں حق دق رہ گئی۔ میں نے بھلا اپنے فرمانبردار اور تمیزدار بچوں کے یہ رنگ ڈھنگ کہاں دیکھے تھے۔

"مجھے اس سے کیا کہنا ہے بھلا؟ صرف اتنا [illegible] اس کی [illegible] کرایا کرے یوں [illegible] لڑنے مت بیٹھ جایا کرے۔ کوئی ایک عمر تو نہیں دونوں کی۔ میرا اس [illegible] بھی کیا ہے [illegible] تو بات بڑھے گی [illegible] اس کی ماں ہی سے لڑتی رہتی ہے۔"

"تو آپ انہیں [illegible] مسئلے [illegible] اللہ اللہ کیا کریں بجائے گھر کا سکون خراب کرنے کے۔" [illegible] دادی کے پیچھے پڑ گیا۔

"میں کیا اور میری بساط کیا؟ ساری عمر اماں جی کے آگے زبان کھولی ہے جو اب کھولوں گی۔" میں [illegible] بولی۔

"اور ساس سے بدلے لینے کا موقع تو اب آیا ہے نہ بلکہ آپ کے ساتھ دادی اماں نے کیا ہے آپ بھی بیوی پر وہ دہرا رہی ہیں۔ وہ بے چاری یتیم مسکین اسی مقصد کے لیے آپ غریب گھر کی لڑکی بیاہ کر لائی تھیں۔"

اس کی آواز بلند ہو گئی اور میرا دل بیٹھتا گیا۔ میں نے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا لیکن میرا [illegible] گیا۔

[illegible] سنوں کہ آپ کی طرف سے کوئی [illegible] وہ بھی انسان ہے غریب گھر کی ہے تو [illegible] کر گئی ہے۔ وہ میری بیوی ہے اس [illegible] حیثیت ہے اس گھر میں [illegible] جان کے ناجائز بدلہ لینے کی کوشش کی۔"

وہ [illegible] سارے گھر کو [illegible] کے نکل [illegible] کے دوپٹے سے [illegible] لیا ہی حقہ اٹھا کے باہر نکل [illegible] انتظار میں [illegible] ہو گئے۔ میں نے کمرے [illegible] مسکراہٹ والی راحت کی ایک [illegible] اور دل پکڑتے ہوئے بیٹھ گئی۔

[illegible] کمرے سے موسیقی کا شور بلند ہوا اور [illegible] سے [illegible] کی تکرار۔

♥ ♡ ♡ ♥

ابھی تو ایک دلہن کو گھر آئے چند روز ہی نہ گزرے تھے کہ [illegible] نے اپنی دلہن لانے کی فرمائش کر دی۔ [illegible] کی شادی پر اس نے کیسے لڈو کھائے تھے [illegible] کہ راتوں رات شادی کر لیتے [illegible] اس کی بے دھڑک سی فرمائش میں [illegible] مذاق سمجھتے ہوئے ٹال دی دوسری اور [illegible] جب اس نے سنجیدگی سے اپنا ارادہ دہرایا [illegible]

"شاید [illegible] کوئی لڑکی پسند کر چکے [illegible] میں نے اندازہ لگایا مگر [illegible] یہ اندازہ [illegible] نکلا۔

"میری کوئی خاص پسند نہیں البتہ چند شرائط [illegible] ہیں جو میں اپنی ہونے والی بیوی میں دیکھنا پسند [illegible] اور انصاف کا تقاضا تو یہی ہے کہ جس طرح [illegible] مکمل اختیار کرتے ہوئے اپنا معاملہ آپ پر [illegible] آپ اسے اپنی مکمل ذمہ داری سے [illegible] دلہن ڈھونڈیں۔" اس نے [illegible] ہوئے کہا۔

"[illegible] کیا ہے تمہاری [illegible] یہ بھی بتا دو۔"

[illegible] ہوتے ہوئے سوچا [illegible]

[illegible]

"میری بات پہ [illegible] کر آیے [illegible]

"میں [illegible] نہیں [illegible] بات [illegible]

[illegible] عدل و انصاف [illegible]

[illegible]

اس کی بات پہ مجھے [illegible]

[illegible]

"مجھے ابھی کیا بات ہے کوئی خاص [illegible] ہے اس میں؟"

"میری سلائی کی ساری رقم [illegible]"

"چلو شکر کرو گھر میں ہی تھا' میں نے اسی وقت سنبھال لیا۔"

"لیکن ــــ" اس نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا۔ "لیکن میں نے رقم تو گن کر بھی نہیں رکھی تھی۔ نجانے کتنی تھی اور اب کتنی ہے۔"

آخری جملہ اس نے آہستگی سے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا تھا لیکن اتنی آواز بہرحال ضرور رکھی تھی کہ آواز کی بھنک کسی نہ کسی کو پڑ جائے اور عادل اب اسی کا حوالہ دے رہا تھا اس روز سب سے زیادہ پتا بھی تو وہی تھا۔

"اور دوسری شرط' مجھے بڑی عمر کی بیوی نہیں چاہیے' فیاض بھائی خود چھبیس سال کے ہیں اور بیوی تو دو سال بڑی نہ سہی برابر تو ضرور ہوگی۔ یہ بھی کوئی جوڑ ہے۔"

"دیکھنے میں تو اتنی چھوٹی لگتی ہے شوہر سے۔"

"جی ہاں' ڈیڑھ دو فٹ چھوٹی۔" اس نے ناراض نظروں سے مجھے دیکھا۔ "ذہنی طور پر عورت مرد کی بہ نسبت زیادہ جلدی میچور ہو جاتی ہے' آپ ایک سولہ سالہ لڑکے کو دیکھیں اسے بیٹ پکڑے گلیوں میں چوکے چھکے لگانے' دوستوں کے ساتھ سائیکل کی ریس لگانے کے علاوہ کیا کام ہوتا ہے جب کہ لڑکیاں چودہ پندرہ سال کی عمر میں گھر کے نظام کا حصہ بننا شروع ہو جاتی ہیں۔ اسی لیے پچیس سالہ عورت پچیس سالہ مرد سے اور جلدی ہو سکتی ہے۔ میں آج چھبیس سال کا ہوں اور مجھے بیوی کم از کم انیس سال اور زیادہ سے زیادہ بیس سال کی چاہیے۔"

"اتنی احتیاط' بندی تم کہو تو سولہ سال کی دلہنیا لے آؤں۔"

"نہیں' کیونکہ مجھے میٹرک پاس یا انڈر میٹرک بچی نہیں چاہیے۔ میری تیسری شرط یہ ہے کہ وہ گریجویٹ ہو۔" "ٹھیک ہے میں نے بھی صرف بی اے کیا ہے لیکن یاد رہے' فرسٹ ڈویژن میں اور ضروری نہیں بیوی شوہر کے مقابلے لازمی طور پر کم تعلیم یافتہ ہو۔"

"اور کچھ؟" میں سنجیدہ ہو گئی بلکہ ہو جانا پڑا۔

"ہاں آخری شرط' لڑکی ہنس مکھ اور شوخ و چنچل ہونی چاہیے' روتی بسورتی' ماتھے پہ بل لیے عورتیں مجھے پسند نہیں۔ وہ ایسی ہونی چاہیے کہ اس کے وجود سے ہر طرف مسرتیں پھوٹنے لگیں۔"

پورا شرائط نامہ تفصیلی بیان کرنے کے بعد وہ چینل بدلنے میں مصروف ہو گیا' میرے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

"تم شادی کی موی دیکھ کر کیوں نہیں کوئی لڑکی پسند کر لیتے۔"

"موی میں مجھے صرف اس کی شکل نظر آئے گی' تعلیم اور گھرانے کا اندازہ کیسے ہوگا۔ بہتر ہے اس سائنسی ایجاد سے آپ خود بھی استفادہ کریں' آپ فنکشن پر آئی ہر لڑکی کے حدود اربعہ سے واقف ہوں گی۔"

اس کے مشورے پہ میں نے دوبارہ سے موی دیکھی' شہزادی کی ہر سہیلی' خاندان کی ہر لڑکی' راحت کے میکے کی تمام کزنز' محلے کی تمام بچیاں خوب خوب ریوائنڈ کر کر کے پرکھیں' شہزادی کی سہیلیاں بھی ایک سے ایک اعلا گھرانے کی امیر کبیر لڑکی تھی' ظاہر ہے کہ سب ہی اسکول کی اسٹوڈنٹس یا پھر فریش ایئر کی' خاندان میں پڑھی لکھی لڑکیوں کی کمی نہ تھی لیکن عمر کا مسئلہ تھا کہ انہیں ڈگریاں لیے کئی سال ہونے کو آئے تھے۔ راحت کے میکے کی طرف میرا دل نہ مانا۔ اگرچہ تب تک وہ مجھ پہ پوری طرح کھلی تو نہ تھی لیکن اس سے کی گئی توقعات بھی پوری ہوتی نہیں آ رہی تھیں۔ پھر عادل کی ناپسندیدگی بھی درمیان میں تھی۔ محلے کی لڑکیوں میں جس پہ میری نظر ٹھہری "مسرت" تھی۔

"وہ ایسی ہونی چاہیے کہ اس کے وجود سے ہر دم مسرتیں پھوٹیں۔" عادل کے الفاظ یاد آئے اور میں نے اس کا ہنستا کھلکھلاتا ہوا اسٹل کر دیا۔

بالی سی عمر' چنچلا سراپا' گھنگھریالے سیاہ شانوں تک کے بال' ہر دم مسکراتی بھنورا آنکھیں' گداز لبوں پہ مسکرانے کی وجہ سے ہر وقت اشکارے ہوتے' پھولے پھولے گالوں میں پڑتے گہرے گڑھے جن کی وجہ سے ہلکی سی مسکراہٹ بھی کھلی کھلی سی محسوس ہوتی۔ پوری موی میں جب بھی ہوئی وہ مسکراتے ہوئے ہی پایا۔ وہ واقعی اس کے چہرے پہ مجسم مسرت تھی۔ میں ایک بار پھر نام پہ ہی کھو گئی۔ ابھی راحت کی اذیت بننے کا راز نہیں کھلا تھا شاید اس لیے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس مہینے بی اے کے پیپرز دے کر فارغ ہوئی ہے۔ میں نے اطمینان بھری سانس لی اور اگلے دن وہاں جانے کی تیاری کی۔

اس کا الٹ رن مجھ پہ پوری طرح کھل گیا۔ راحت کی طرح سر جھکا کے من من کرنے کے بجائے وہ مسکرا مسکرا کے پورے اعتماد کے ساتھ حسب عادت باتیں کرتی رہی۔ اسے قہقہے چھوڑتے دیکھ کر مجھے اطمینان ہوتا رہا۔ دراصل جیسے جیسے راحت کی زبان کھلتی جا رہی تھی اس کا اولین روپ مجھے سراسر ڈرامہ اور ڈھکوسلہ لگنے لگا تھا۔

"شکر ہے یہ راحت جیسی میسنی اور گھنی نہیں' فضول کی شرم و حیا اور سیدھی ہونے کا ڈرامہ نہیں کر رہی۔" پھر جب اس کی ماں نے بڑی شرمساری سے اس کی تعریفیں کرنے کے بجائے یہ کہا۔

"بہن جی! میں جھوٹ نہیں بولوں گی' گھر میں چھوٹی ہونے کی وجہ سے لاڈلی بہت ہے۔ ابھی تک بچپنا ہے۔ شادی کی عمر ہو گئی لیکن ذمہ داری اٹھانے کی نوبت نہیں آئی۔ چائے بنانے' پکوڑے تلنے اور چاول ابالنے کے علاوہ کوئی کچن کا کام نہیں جانتی۔"

"ارے میری بچی تو یہ تک بھی نہیں جانتی تھی' بڑی خواہش تھی اکلوتی بچی کو پاس کھڑا کر کے سارے کام سکھانے کی۔ چلو اب سارے شوق اپنی بہو پہ پورے کروں گی۔ بچی کی تو شادی ہی اچانک ہو گئی سارے چاؤ دھرے کے دھرے رہ گئے۔"

میں ان کا عذر خاطر میں نہ لائی۔ اس کا بچپنا میرے نزدیک قابل اعتراض نہ تھا۔ اچھا ہے نا بچپنا معصوم ہوتا ہے' اللہ بچائے ایسی سمجھدار بہوؤں سے جو آتے ہی شوہروں کی ساری سمجھ بوجھ سلب کر لیتی ہیں' ایسی شوخ و چنچل' بے فکر الہڑ لڑکیاں یہ جھنجھٹ کیا جانیں۔ میں نے ہاں کروا کے دم لیا۔ چند ماہ بعد ہی مسرت میرے آنگن میں تھی۔

اس کی شادی کی تیاریوں کا سارا مزہ بی بی راحت نے غارت کر کے رکھ دیا' بجائے اس کے کہ وہ میرے ساتھ شاپنگ وغیرہ میں مدد کرواتی۔ میری لائی ہر چیز میں نقص نکالنے بیٹھ جاتی۔ فیاض کے ایک بار تن کر اس کی حمایت میں کھڑے ہو جانے کے بعد میں خود ہی محتاط ہو گئی تھی اور اسے کم ہی منہ لگاتی ورنہ اس کے اس طرح ناک چڑھانے پہ کئی بار میرے جی میں آیا اس سے کہوں۔

"یوں کیڑے نکالنے کے بجائے تم خود کیوں نہیں دیور کی بری تیار کروا لیتیں۔"

مگر چپ ہی رہتی اسے بھلا بری والے کوئی چاؤ ہی نہیں تھے تو میں بھلا کیوں اپنی بات گنواتی۔ یوں بھی اس کے ساتھ الجھنے کے لیے اماں جی کافی تھیں یہ الگ بات کہ دن میں ایک آدھ بار جب تک وہ میرے کانوں میں کوئی اذیت ناک فقرہ انڈیل نہیں دیتی تھی اسے چین نہیں پڑتا تھا۔ بری کے ملبوسات کے بعد زیورات کی باری آئی تو اس کے پیٹ میں پھر مروڑ اٹھنے شروع ہو گئے اسے اعتراض تھا کہ نہ اس کی بری کے لباس اتنے شاندار تھے اور نہ ہی زیور اتنے زیادہ۔

میں نے اسے سمجھانا چاہا کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں' میں نے تو بساط بھر توازن رکھا تھا البتہ فیاض اور عادل کی اپنی آمدنی کا اثر تو پڑنا ہی تھا۔ فیاض کی بندھی تنخواہ اور عادل کے چلتے کاروبار کا فرق سب پہ صاف ظاہر تھا مجھے تو اس کا خود پہ لگایا ناانصافی کا الزام بالکل برداشت نہ ہو رہا تھا میں نے اپنا زیور بہت پہلے ہی تین برابر حصوں میں تقسیم کر لیا تھا اپنی تینوں بہوؤں کے لیے۔

شہزادی کے لیے اماں جی نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی' نجانے کہاں کہاں سے سیروں سونا نکالے جا رہی

تھیں۔ میں تو میں، میری شارجہ والی جٹھانی بھی حق دق رہ گئی ہم بہوؤں کو تو ایک ایک چاندی کا سیٹ اور سونے کے جھمکے ڈالے گئے تھے اب پوتی کے لیے ان کا بس نہ چل رہا تھا سونے کا ہی ڈولا بنوا کر اس میں بٹھا کر رخصت کریں اس قدر تو وزنی ان کی بازیبیں تھیں، وہی تڑوا کے دو بھاری سیٹ بنے 'اب جس کا جو نصیب وہی اسے ملے گا۔ لیکن وہ اپنی کم ظرفی کا اظہار کرنا نہ بھولتی۔ دل تو چاہتا صاف صاف سنا دوں کہ۔

"کلاؤ رانی! یہ جو تمہارا میاں ہے اسی نے جیب سے دھیلا تک نہ نکالا تھا۔ بڑا "فیاض" بنا پھرتا ہے۔"

لیکن میں جانتی تھی وہ کہاں یقین کرے گی۔ شادی سے پہلے اس کی تصویر دیکھ کر بے دلی سے ایک طرف پھینک دینے والا اور مرے مرے انداز میں دولہا بننے والا میرا بیٹا اب بیوی کا والہ و شیدا تھا۔ اور مجھے حیرت اس کے دیوانے پن پر نہیں تھی، بلکہ اس بات پہ تھی کہ آخر وہ دیوانہ ہوا کس وجہ سے۔ آخر وہ راحت کی کس ادا پہ لٹو ہوا ہو گا مجھے تو سر پٹخ کر بھی اس کی اذیت ناک شخصیت میں کوئی خوش کن ادا یاد نہیں آتی۔ اول تو وہ مسکراتی ہی شاذ و نادر تھی۔

لوگ عموماً "خوشی کے اظہار کے طور پر مسکراتے ہیں اور وہ مسکراہٹ تب بکھیرتی تھی جب اس کی کسی حرکت یا فقرے پہ اگلا تلملا رہا ہو اور اس کی یہ مسکراہٹ چہرے پہ یوں پھیلتی تھی جیسے ہونٹوں سے نکل کر دو برچھیاں دائیں بائیں پھیل گئی ہوں اور اگر جو کبھی ان محترمہ کو اتفاقاً" (رسمی ہی سہی) مسکرانا پڑے تو یوں سمجھیے کہ کسی کے پیٹ میں سخت مروڑ اٹھ رہے ہوں۔

لیکن نجانے فیاض کیوں اس پہ نثار ہونے کو ہر دم تیار رہتا تھا اس کی تابعداری اور جی حضوری نے مجھے ایک نیا اندیشہ لاحق کر دیا کہ یہ حضرت تو شادی سے پہلے جی جان سے ماں سے شاکی تھے کہ بیوی ان کے آئیڈیل کے مطابق نہیں نہ تعلیم کے لحاظ سے نہ صورت کے لحاظ سے اب ان سے بڑا رانجھا ہی کوئی نہیں ادھر بیوی نے کان میں پھونک ماری ادھر ماں کے

سر پر جواب طلبی کے لیے سوار تو اگر اس کا بس
تو عادل تو زن مریدی کے نئے ریکارڈ قائم کر
ایک تو اس کی بیوی صورت کی پیاری دوسرے
پسند کے عین مطابق وہ تو پہلے ہی شادی کے لیے
ہو رہا تھا بیوی پا کر کہاں کسی کو خاطر میں لائے گا۔

خیر پھر بھی سب اندیشے فکریں جھٹک کر
کی تیاری میں مگن ہو جاتی۔ دیکھا جائے گا جو بھی
میرے لیے یہی کافی ہے کہ میرے بیٹے کی پسند
عین مطابق دلہن آ رہی ہے۔ اللہ ان کی آپس کی
خوشگوار رکھے بھلے مجھے پوچھیں نا پوچھیں دیگر
طرح میں نے بھی بیٹے اور بہو سے زیادہ توقعات
رکھی تھیں۔ اور پہلے تجربے کے بعد تو میں نے اب
پر بھروسہ کرنا بھی چھوڑ دیا تھا مگر برسوں کی عادت
اچانک تو نہیں چھوٹتی، راحت کے اذیت بننے
باوجود میں مسرت سے "دلی مسرت" کی امید اب
لگائے بیٹھی تھی۔ میری اس امید کو پہلا دھچکا جلد
لگ گیا۔

بچپن سے ایک بات سنتی آ رہی ہوں کبھی اپنی
سے کبھی ساس سے چھوٹی تھی تو بہنوں کے ساتھ
مذاق کے دوران لوٹ پوٹ کے ہنستے ہوئے اماں
ڈانٹ بھی سنتی رہتی۔

"بس کر کنیز بس کر، تھوڑا ہنس، جتنا ہنسو اتنا
پڑتا ہے۔" کبھی کبھی ان کی پیشن گوئی سچ بھی
ہو جاتی جب بھائی کے کسی گڑیا توڑ دینے پر یا اچانک
بڑی باجی کے چانٹے پہ میں حلق پھاڑ کر رونے
جاتی۔ اپنے بچے ہوئے تو تب بھی یہ مقولہ کان میں
رہتا۔ اکثر میں اپنے کسی بچے کو گود میں لے کر
کے کھکھلانے پر مجبور کرتی اور ان کے
کرنے پہ نثار ہوتی تو اماں جی کی کڑک دار آواز مزا
کر دیتی۔

"ہائے ہائے حشر کر دیا منے کا ہنسا ہنسا کر، دیکھنا
اتنا ہی روئے گا بے چارہ۔" میں جل کر سوچتی اول
برداشت کر ہی نہیں سکتیں میرا اپنی ہی اولاد کے
ہنسنا کھیلنا بھلا یہ کوئی قانون ہے کہ بچہ جتنا ہنسے

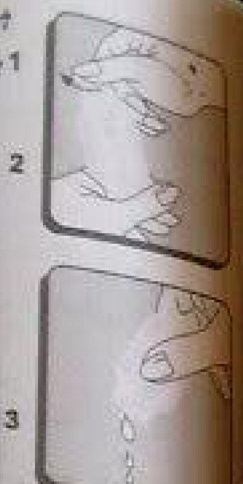

ہائیڈرو
ہے اعر میڈیکل
خوبصورت بالوں کیلئے
پیرا فینائل ڈائی امین پر آکسائیڈ ہی استعمال
پیک میں موجود

nsol
R
IR
OUR
REAM
مختلف رنگوں میں دستیاب ہے

ہی رو کر حساب برابر کرے گا۔ لیکن چند منٹ بعد ہی میری یہ دانشورانہ سوچ میرا منہ چڑا رہی ہوتی جب عادل سیڑھی سے منہ کے بل گر جاتا یا اچانک عادل کا ہاتھ دروازے میں آجاتا۔ تب ان کے رونے چلانے کا دورانیہ اتنا طویل ہو جاتا کہ میں آئندہ انہیں گدگدا کے ہنسانے سے توبہ کر لیتی۔

مسرت کے گھر آنے کے بعد میں اس عقیدے پر پورا ایمان لے آئی جس پہ ساری زندگی کچا پکا سا ہی یقین رہا تھا میں خود بھی دیکھ چکی تھی اور اس کے اپنے گھر والے بھی بتاتے تھے کہ وہ ہنستی بہت ہے۔ اب شاید ساری زندگی کی ہنسی کا تاوان اس نے شادی کے بعد ہی ادا کرنا تھا۔ سارے رونے میرے ہی گھر آکر نکلنے تھے۔ رخصتی کے وقت سب سے ملتے ملاتے ہوئے اس کی ناک کی "نتھنی" کہیں گر گئی۔ گھر آکر اسے کمرے میں لانے کے بعد جو میں نے اس کے زیورات اور میک اپ درست کرنا چاہا تو پریشان ہو کر رہ گئی۔ اگرچہ نتھنی بری کی نہیں بلکہ جہیز کی ہی تھی پھر بھی میرا پریشان ہونا فطری تھا۔ مجھے فکر تھی کہ صبح ولیمہ ہے اگر دلہن کے گھر والوں نے زیورات میں سے معمولی سی چیز بھی غائب دیکھی تو یہی کہیں گے کیسے لاپرواہ لوگ ہیں پہلے دن بھی دلہن کا دھیان نہ رکھ سکے نہ اس کے زیورات کا۔ ساری بات مجھ پر آئی تھی۔ اس لیے میں بوکھلا کر رہ گئی اس سے پوچھا تو بے فکری سے جھمکے جھٹکتے ہوئے کہنے لگی۔

"بھلا مجھے کیا پتا۔"

پھر میں خود ہی ڈھونڈنے لگ گئی۔ [illegible] کونہ کھدرا [illegible] ڈرائنگ روم میں [illegible] لا کر [illegible] وغیرہ [illegible] کی گئی تھی۔ [illegible] چھان [illegible] اس کے اپنے کمرے میں بھی ڈھونڈا [illegible] جس راستے سے گزری [illegible]

"مجھے [illegible] ہے شادی ہال میں ہی گر گیا ہو گا [illegible] وقت [illegible]"

"چھوڑیں [illegible] تھی تو [illegible]" اس کی مسکراہٹ [illegible] لگی۔ مجھے مزید [illegible] ہوئی پھر

یہ سوچ کر غصہ دبایا کہ بچی ہے۔ معاملے کی نزاکت کو نہیں سمجھتی۔

"بیٹا چیز چاہے چھوٹی ہو یا بڑی' اتنی لاپروائی نہیں برتنا چاہیے۔"

"میں نے کیا لاپروائی کی' اب اتنے بھاری لباس کے ساتھ اس حالت میں زیورات کا دھیان رکھتی پھرتی۔"

اس نے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آخر کار اس کے کٹاؤ دار خوبصورت لبوں سے سدا چپکی رہنے والی مسکراہٹ رفوچکر ہوئی' موٹی موٹی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اسے اس گھر میں آئے بمشکل گھنٹہ بھر ہوا تھا اور یوں اس بجے سجائے روپ میں نئی نویلی دلہن کا ساس سے بحث کیے جانا مجھے عجیب سا لگا پھر اس کی ڈبڈبائی آنکھیں دیکھ کر بات سنبھالی۔

"تم نے کیا لاپروائی کرنی ہے' یہ ذمہ داری تو میری تھی اسی لیے پریشان ہوں اپنی کوتاہی پر' لیکن تم اتنی لاپرواہ انداز میں پیش آرہی ہو۔ اس لیے کہہ دیا کہ تمہاری چیز ہے اور وہ بھی جہیز کی۔ لڑکیاں تو جہیز کی ذرا ذرا سی چیز پہ جان دیتی ہیں یاد ہوتی ہے میکے کی۔ اور تم بے فکری سے کہہ رہی ہو کہ کوئی بات نہیں 'مل جائے گا' اب تم شادی شدہ ہو' ہر چیز کو بے فکری سے لینا مناسب نہیں۔"

بڑے پیار سے اس کے پاس بیٹھی اس کا حنائی اور طلائی انگوٹھیوں سے سجا گداز ہاتھ تھامے میں اسے سمجھا رہی تھی۔ میرے حواس پہ اس وعدے کا نشہ سر چڑھ کے بول رہا تھا جو میں نے اس کی ماں سے [illegible] کے بچپنے اور بھولپن کا درگزر کرنے [illegible] ماں سے کیا تھا کہ میں ساس بن کر اعتراض کرنے کے بجائے ماں بن کر اسے سمجھاؤں گی۔ میرا سارا نشہ ہرن ہو گیا اس کی دردناک سسکیاں سن کر اور میک اپ سے بجے چہرے پر بہتے آنسوؤں کے سیلاب کو دیکھ کر میں ابھی [illegible] عادل اندر داخل ہوا دلہن کو گھٹنوں میں سر دیے ہچکیاں لے لے کر بلکتے دیکھ کر وہ بھی ہکا بکا رہ گیا۔

"آپ نے تو ابھی سے مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا۔ میں نے مما کو کتنا کہا تھا پلیز میری شادی نہ کریں' مجھے ساسوں سے اور ان کی ڈانٹ ڈپٹ سے بہت ڈر لگتا ہے میں تو کسی کی ایک تیز نظر بھی نہیں سہہ سکتی مما بھولی ہیں' انہوں نے کہا تھا آپ ایسی نہیں۔ لیکن آپ تو..."

وہ روتی جارہی تھی اور بھرائی آواز میں تقریر بھی جاری تھی۔ میں حیران پریشان کبھی اسے دیکھوں کبھی بیٹے کو جس کی سوالیہ نظریں مجھ پہ جمی تھیں۔

"ارے میں نے کب ڈانٹا تمہیں۔ میں تو صرف اتنا کہہ رہی تھی۔ ارے بھئی...... مسرت...... دیکھو بچے ایسے مت روؤ' میں نے تمہیں ڈانٹا نہیں ہے بیٹا۔" میں پچکارنے کے انداز میں اسے چپ کرانے کی کوشش کرنے لگی۔ میرا حلق خشک ہو گیا لیکن اس کی آنکھوں میں نجانے کون سے چشمے رواں تھے جن کے سوتے خشک ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے اللہ اللہ کر کے ہچکیاں تھمیں اور شکایتیں کرتی زبان رکی تو میں نے اسی کو غنیمت جانا اور کمرے سے کھسک لی۔

اگلی صبح ناشتے کے ساتھ میں اور شہزادی اندر گئے تو وہی تماشا پھر شروع عادل ہاتھوں میں سر گرائے بیڈ پہ پڑا تھا اور وہ ڈریسنگ ٹیبل پہ سر ٹکائے۔

"یہ بھابی کو کیا ہوا؟" بیتی رات والے واقعے سے لاعلم تھی۔ عادل نے سر اٹھا کر بے بسی سے دیکھا اور ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کر کے بس اتنا ہی کہہ سکا۔

"خود ہی پوچھ لو۔"

"یہ لیں آئی ہے وہ نتھنی" وہ اٹھی اور سوجی ہوئی سرخ سرخ آنکھوں کے ساتھ مجھے شکایتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ اس کے ہاتھ میں رات کی وہی گمشدہ نتھنی تھی۔ "یہ لیں سنبھال لیں اب میں تو لاپرواہ ہوں۔"

اس کے روٹھے روٹھے انداز پر مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے پیار سے اس کے ناراضی سے سوجے ہوئے چہرے کو ہاتھوں سے تھاما۔

"کس نے کہا میری بیٹی لاپرواہ ہے' تم تو خیر سے بڑی ہوشیار ہو' دیکھو نا کتنا سنبھال کے رکھا ہوا تھا۔"

اس کی بچکانہ حرکتوں کے جواب میں میرا یہ طرز عمل ایک طرح کا رد عمل تھا۔ میں اسے چھوٹے بچوں کی طرح ہی بہلا رہی تھی لیکن وہ تو پھر سے رونے لگ گئی۔ لب بسورتے ہوئے عادل کو بھرائی آواز میں متوجہ کیا۔

"دیکھا... دیکھا آپ نے... میں سچ کہہ رہی تھی نا' پہلے رات کو اس ذرا سی چیز کے لیے مجھے اتنی جھڑکیاں پڑیں اب آنٹی کہہ رہی ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر اسے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ ہائے میں نے کب چھپایا۔" اس کی لے بلند ہوئی۔

میں بوکھلا کے شہزادی کو دیکھنے لگی۔ جو منہ کھولے ایک دن کی دلہن کے ڈرامے ملاحظہ کر رہی تھی۔ خود وہ بھی بڑی لاڈلی رہی تھی اور لاڈ و پیار میں بچے ذرا نازک مزاج تو ہو ہی جاتے ہیں ذرا سی کوئی خلاف مزاج بات ہوئی کسی نے گھر کا تو آنسو فٹ بہنے کو تیار لیکن مسرت تو جیسے دکھتا ہوا آبلہ تھی۔ ذرا چھیڑا کہ پھوٹ پڑا۔

"کمال کرتی ہو مسرت امی نے یہ کب کہا کہ تم نے اسے چھپا کے رکھا ہوا ہے۔" عادل نے مجھے گم صم کھڑے دیکھ کے اس سے کہا۔

"ڈانٹ لیں آپ بھی ڈانٹ لیں اب تو ساری عمر ڈانٹ ہی کھانی ہے۔ ہائے مما نے یہ کیا کیا۔"

وہ روتے روتے دھم سے بیٹھ گئی۔ نتھنی اس کے بڑے سے کامدار دوپٹے کے اندر والی طرف کہیں اٹکی ہوئی تھی۔ صبح اسے ہی تو رات کی [illegible] سے زیادہ [illegible] اسے آنسو بہانے کا موقع فراہم کر گیا۔ [illegible] اس صبح جو اکیلی نے [illegible] آنسوؤں کے آگے [illegible] پر مجبور کیا۔ عادل [illegible] شہزادی خود شاہانہ مزاج کی مالک [illegible] باہر چلی [illegible] فکر [illegible] دعوت [illegible]

شہزادی خوش [illegible] شادی کے [illegible]

میجک
ISO 9001 Certified
MOODY
INTERNATIONAL CERTIFICATION
ISO 9001
APPROVED
UKAS
Almost bond any things in seconds upto 2 tons holding power

باقاعدہ رہنے آئی تھی۔

وجہ مطیع کی سرکاری نوکری بھی تھی اور اس کا سسرال سے الگ رہنا بھی۔ اب بھائی کی شادی بہانہ بنی اور وہ میرے اور اماں جی کے اصرار پر شادی کے بعد بھی چند دن اور رہنے پر تیار ہو گئی۔ لیکن مسرت کے آنسوؤں نے کچھ ایسی جل تھل کردی کہ بے چاری گھبرا گئی۔

"ہی! یہ کیا چیز اٹھالائی ہیں آپ' ملکۂ جذبات۔"

اس نے بھائی کے پاس ہونے کی پروا کیے بغیر آزادانہ رائے کا اظہار کیا' میں نے آنکھوں سے اسے باز رہنے کا اشارہ بھی دیا کیونکہ فیاض کا تجربہ ہی کافی تھا جو بیوی کے بارے میں اتنا حساس تھا کہ چلتی ہواؤں سے لڑ پڑے لیکن یہ عادل تھا' اس نے شہزادی کی بات میں گرہ لگائی۔

"ملکۂ جذبات نہیں دکھے ہوئے جذبات' نجانے امی نے کون سا بدلہ لیا ہے' مجھ سے' مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ کبھی ان کا دل دکھایا ہو۔ جس کی یہ سزا دی ہے انہوں نے ہاں بچپن میں کبھی کبھی دہی لانے سے انکار کردیا کرتا تھا یا پھر ان کے روکنے کے باوجود گرم دوپہر میں پتنگ بازی کا شوق ضرور پورا کرلیا کرتا تھا لیکن یہ جرم اتنے بڑے بھی نہیں' جن کی پاداش میں میرے سر پہ آہوں سسکیوں سے بھرا ٹوکرا لاد دیا ہے۔"

"عادل! خدا کے واسطے مبالغہ گوئی کی بھی حد ہوتی ہے۔ ایسا کیا کردیا ہے میں نے تمہارے ساتھ۔" اور وہ فوراً" سنجیدہ ہو گیا۔

"یہ پوچھیں کیا نہیں کیا' میں نے شادی سے پہلے صاف صاف الفاظ میں آپ سے کہہ دیا تھا مجھے کیسی لڑکی چاہیے' کس قسم کی بیوی مجھے پسند ہے' اس میں کیا خصوصیات ہونی چاہئیں پھر بھی آپ نے......"

"تم نے جیسا کہا تھا میں نے ویسا ہی گھرانہ ڈھونڈا' پڑھے لکھے عزت دار کھاتے پیتے لوگ' لڑکی بھی دیکھ بھال کر منتخب کی۔ عمر پورے انیس سال بی اے پاس' دراز قد' گورا رنگ اور...... ہنستی کھیلتی خوش مزاج بھی تھی۔" آخری جملہ میں نے اٹکتے ہوئے' نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"کیوں بھائی' زور کس پہ ہے" "تھی" پہ شہزادی نے عادل کو چھیڑا تو وہ پیر پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

میرے شکست خوردہ اور زخم خوردہ وجود پہ ایک مزید تازیانہ تھا جو فیضان نے لگایا میں بدک ہی اٹھی۔ پہلی ٹیس سہلانے میں مگن میں یہ فراموش کر بیٹھی تھی کہ میرا ایک تیسرا سپوت بھی ہے اور آنے والے دنوں میں قسمت کے پاس میرے لیے ایک اور تحفہ بھی ہے۔ میں سوچنے لگی وہ تیسرا تحفہ کیسا ہوگا؟

اذیت...... رنج...... اور...... اور......

اذیت سے تو آپ واقف ہو ہی چکے ہیں رنج کو بھی بخوبی پہچان گئے ہوں گے۔ یہ میری دوسری بہو مسرت کا تحفہ ہے' جو میرے اندر باہر کو لبالب بھر گیا ہے۔ وہ واقعی ملکۂ جذبات ہے' شہزادی نے اسے بالکل صحیح نام دیا تھا ذرا سی بات ہوئی نہیں' اور ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچ جاتی ہے۔ دل تو وہ گویا ہاتھوں میں لیے پھرتی تھی اسے اسی لیے دن میں کم و بیش تین بار تو ضرور چکنا چور ہوتا ہے۔ نہ وہ خود نارمل تھی نہ دوسروں کو رہنے دیتی تھی۔ اگر کسی دن اس کے صبح کے سلام کا جواب میں ناشتے کی تیاری کے دوران عجلت میں نہ دوں تو محترمہ رنجیدہ ہو جائیں گی۔

"اف آنٹی آپ کتنی بدل گئی ہیں پہلے کتنے پیار سے میرے سلام کا جواب دیتی تھیں۔"

ایک تو کم بخت کی دوسری بری عادت ہے کہ چپ چاپ رنجیدہ نہیں ہوتی اپنے دکھے دل کے سارے گلے شکوے فٹ سے بیان کر کے افسردہ سی پوزیشن بنالیتی ہے۔ اب آئے روز تو یہ چونچلے نہیں چلنے والے۔ یہ ٹھیک ہے کہ پہلے ایک آدھ دن نئی نویلی دلہن سمجھ کر اسے تپاک سے گلے لگا کر' ماتھا چوم کر دعا دیتے ہوئے سلام کا جواب دیا تھا اب روز روز یہ ڈرامے کیسے کروں' خصوصاً" اس صورت میں جب کہ بوڑھی مگر نخریلی ساس' پرہیزی غذا کھانے والے سسر

چٹورے شوہر کے ساتھ ساتھ شادی شدہ بیٹوں کا بھی ناشتہ تیار کرنا ہو۔ کون باچھیں چیر چیر کے صدقے واری ہوتا پھرے ان روپی صورتوں کے، جیسے کپکپاتی آواز میں وہ سلام کرتی یہی بہت تھا کہ میں جواب دے کر ہلکی پھلکی سی دعا بھی دے ڈالتی۔ اس کے موڈ کا کیا ہے کب نہیں بگڑتا۔ کب کس بات پہ اس کا دل نہیں دکھتا۔ کون سی بات ہے جو اسے رنج میں مبتلا نہیں کرتی۔

راحت سراپا اذیت تھی تو یہ مجسم رنج و اذیت، میری بڑی بہو (میں نے سوچا ہے اس کے اصل نام کو بھول ہی جاؤں) نسبتاً "کم مشکل" ہے یعنی اس کے بارے میں کم از کم مجھے یہ تو پتا ہوتا ہے کہ اس کا پارہ کن باتوں پہ چڑھتا ہے۔ میری کون سی حرکت اسے ناگوار گزرتی ہے۔ کون سے عوامل اس کی کمینگی کو پالش کرتے ہیں۔

میں جان گئی تھی کہ وہ تسلط پسند ہے خصوصاً شوہر کے بارے میں، میں نے ماحول سازگار رکھنے کے لیے فیاض سے زیادہ تعلق رکھنا رفتہ رفتہ کم کردیا آخر ہے گا تو وہ میرا بیٹا ہی چاہے میرے گھٹنے سے لگ کر بیٹھے یا بیوی کے چرنوں میں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مجھے یہ بھی اندازہ بخوبی ہوگیا کہ وہ احساس کمتری کا شکار تھی۔ جب خود کو کسی معاملے میں کمتر محسوس کرتی، مزید ڈٹ کر مقابلے کو تن جاتی کہ یہ واحد میدان تھا جہاں ہمارا گھرانہ اس اکیلی کے مقابلے میں کمتر تھا حتیٰ کہ اماں جی کے بل بھی اس نے کمزور کردیے تھے۔ اپنی ماں کی تیمارداری نے کم عمری میں شادی نہ ہونے نے اس کے اندر بیزاری بھردی تھی۔ بزرگ خواتین خصوصاً "بیمار بزرگوں" سے اسے چڑ تھی۔ میں کوشش کرتی کہ اماں جی کا کوئی معمولی سا کام بھی اس سے نہ کہوں مجھے آئیڈیل ساس ہونے کا دعوا نہیں پھر بھی اتنا کہوں گی کہ میری ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ کم از کم میری وجہ سے گھر میں بدمزگی پیدا نہ ہو۔ اذیت کے سدباب کے لیے میری ان کاوشوں کا رزلٹ سو فیصدی تو نہیں تھا کہ وہ ڈھونڈ ڈھانڈ کے کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ نکال ہی لیتی زبان کے زنگ صاف کرنے کے لیے، پھر بھی کچھ دن تو امن رہتا ہی تھا لیکن مسرت یہ تو میری بساط سے کہیں بڑھ کر مشکل ہو رہی تھی۔ میرے گمان میں بھی نہ ہوتا کہ وہ کس بات رنجیدہ ہو بیٹھی ہے۔ عادل شادی کے بعد آفس پہلی بار گیا تھا۔ اس دن وہ نیچے اتری تو میں سبزی بنا رہی تھی اس کا حال چال پوچھ کے میں پھر سے پالک صاف کرنے میں مگن ہوگئی۔ کچھ دیر بعد اسے سامنے بیٹھے انگلیاں مروڑتے دیکھا تو پوچھ لیا۔ بس اتنا غضب ہوگیا وہ تو پیچھے ہی پڑ گئی۔

"آپ ضرور میری کسی نہ کسی بات پہ خفا ہیں۔ میرے دیر سے اٹھنے پر یا پھر۔ اور پتا نہیں مجھے نہیں یاد کہ میں نے کچھ کیا ہے لیکن آپ ضرور ناراض ہیں آپ کے رویے سے لگ رہا ہے۔"

"بھلا میں کیوں بلاوجہ ناراض ہونے لگی تم سے۔" میں نے جان چھڑانا چاہی، لیکن توبہ کیجیے اس کے آنسو منٹوں میں جل تھل کرکے ایسی کیچڑ کردیتے ہیں کہ بندہ بھاگے تو کیسے بھاگے، اک قدم اٹھانا مشکل ہو جاتا ہے۔

"کچھ تو ہے پلیز... بتائیں، مجھ سے کسی کی ناراضی اور غصہ برداشت نہیں ہوتا میرا تو دل ڈوب رہا ہے۔ مجھے رونا آرہا ہے۔" "میں نے جل کر سوچا (تمہارا رونا کہیں جاتا بھی ہے؟)" گھنٹہ بھر اس نے منمناتے ہوئے روتی صورت بنا کر مسلسل یہی سوال کرتے ہوئے مجھے اس قدر زچ کیا کہ مجھے سچ مچ غصہ آگیا۔

"کمال ہے، عجیب بے تکی لڑکی ہو تم، جان کو آگئی ہو اب کس طرح تمہاری تسلی کروں کہ کوئی بات نہیں۔"

میرے اکتائے ہوئے لہجے میں اور شاید چہرے کے تاثرات میں کچھ تھا کہ اس کی ڈبڈبائی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"دیکھا... دیکھا... آپ کا غصہ باہر آہی گیا نا۔ میں لاکھ کوشش کروں آپ کو خوش رکھنے کی آپ نجانے کیوں مجھ سے خفا رہتی ہیں۔" دونوں ہتھیلیاں

آنکھوں پر جمائے وہ فریاد کرتی ہوئی پلٹ کر بھاگی۔ میں جانتی تھی اب اس کا ٹھکانہ اس کا کمرہ ہوگا جہاں وہ پرانی ہیروئنوں کی طرح دھڑام سے بیڈ پہ اوندھی جا گرے گی اور پورا ڈبل بیڈ اس کی ہچکیوں کی زد میں ہوگا۔

کل عادل کے کسی دوست کے ہاں دعوت تھی۔ میرے سامنے دونوں میاں بیوی اچھے بھلے کمرے سے نکلے، ہلکے انگوری رنگ کے کاٹن کے سادہ سی شلوار قمیص میں وہ ہمیشہ کی طرح پیاری لگ رہی تھی۔ گھنگھریالے بال اونچے کھینچ کر بنائے گئے تھے اور گردن پہ پڑے گچھے کی وجہ سے نہ صرف وہ اور سرو قامت لگ رہی تھی، بلکہ اصل سے بھی کم عمر، البتہ اس کا سادہ سادہ سا روپ اسے کالج گرل ثابت کررہا تھا نہ کہ نئی نویلی سہاگن کاٹن کی قمیص کے دامن پہ گرے اور پنک پتیاں پینٹ کی گئی تھیں۔ گرے پٹی والا بغیر ہیل کے سینڈل، کانوں میں سلور نگینے جڑے ہلکے پھلکے ٹاپس، گلے میں نازک سی برائے نام سی چین اور کلائی میں فقط گھڑی۔

میں ٹوکتے ٹوکتے رہ گئی۔ دو تین دنوں سے رونے کا پروگرام جاری نہیں ہوا تھا، عافیت میرے چپ رہنے میں ہی تھی کیا پتہ میرے اعتراض پہ بھاں بھاں روتی پھرے کمرے میں بند ہو جائے کہ ہائے آنٹی آپ کو تو میں اچھی ہی نہیں لگتی۔ ہنسی خوشی انہیں مسکراتے ہوئے رخصت کیا نجانے باہر نکلتے نکلتے مسرت کے چہرے پہ بارہ کیوں بجنے لگے۔ میں گھبرا گئی اور وہی ہوا ٹھیک دس منٹ بعد عادل کی گاڑی کے ہارن بجنا شروع ہو گئے۔

"یا اللہ خیر..." میں نے گیٹ کھلوایا۔ پہلے تو بلکتی آنسو بہاتی مسرت داخل ہوئی، پیچھے پیچھے غصے سے کھولتا عادل... مسرت نے کمرے میں جاتے ہی دھڑ سے دروازہ بند کرلیا اور عادل نے ٹیبل پہ کی چین پھینک کر اور صوفے پہ ٹھوکر مار کے غصہ نکالا بعد میں تفصیل کچھ یہ معلوم ہوئی کہ گاڑی کے اسٹارٹ ہوتے ہی بی بی کے آنسو ٹپاٹپ گرنے لگے۔

"عادل! آنٹی مجھ سے کیوں اتنی لاتعلق رہتی ہیں۔"

خواتین ڈائجسٹ میں
عمیرا
کا خوبصور
ایمان و امید
شائع ہو گیا
خوبصورت سرورق،
آفسٹ پیپر،
قیمت =/180
ڈاک خرچ =/0
کتاب منگوانے
=/210 روپے
منی آرڈر ارسال
ڈاک سے منگوا
مکتبہ عمران ڈ
37 اردو بازار
فون 361

میرا کتنا دل چاہتا ہے ان کی توجہ لینے کو' ان کا پیار پانے کو' پہلے کتنا کہتی تھیں' تمہیں اپنی بیٹی بنا کر رکھوں گی۔ بیٹی تو بیٹی بہو تک نہیں سمجھتیں۔'' آخری الفاظ تک آتے آتے آنسوؤں کی رفتار بھی تیز ہو گئی اور آواز بھی مزید پر رقت اور پر سوز۔

''تب کیا کہہ دیا انہوں نے تمہیں۔ میرے سامنے تو کچھ نہیں کہا نہ مجھے سنائی دیا۔ چلتے چلتے کیا تمہارے ہاتھ میں رقعہ تھما دیا گالیوں سے بھرا ہوا۔ جو یوں چیخ چیخ کے رو رہی ہو۔'' عادل نے اس کے دھواں دار رونے پہ پریشان ہو اٹھا۔

''یہی تو بات ہے انہوں نے کہا کچھ نہیں۔ میں جان بوجھ کر اس طرح سادہ سی باہر نکلی' میں نے سوچا آنٹی مجھے دیکھ کر کہیں گی' ارے بہو یہ کیا' ان کپڑوں میں دعوت میں جاؤ گی۔ زیور کیوں نہیں پہنا' میک اپ کیوں نہیں کیا' وہ والا سوٹ نکال کر پہنو' اس کے ساتھ فلاں سیٹ اچھا لگے گا' تم پہ کھلے بال اچھے لگتے ہیں وغیرہ وغیرہ میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ ہر ساس کو شوق ہوتا ہے اپنی بہو کو سجا سنورا دیکھنے کا۔ ضد کر کر کے انہیں بناتی سنوارتی ہیں۔ یہی دیکھنے کے لیے میں اتنی بڑی دعوت میں یہ سڑے ہوئے رنگ کا لباس پہن کر نکلی کہ ابھی آنٹی ٹوکیں گی۔ خود جا کر کوئی کامدار بھاری جوڑا نکالیں گی۔ اپنے ہاتھوں سے جڑاؤ گلوبند اور کنگن پہنائیں گی۔ لیکن۔۔۔ ہائے مما۔۔۔ ہائے پاپا جی۔۔۔ آپ نے مجھے کہاں بھیج دیا۔ کسی کو مجھ سے محبت ہی نہیں۔''

عادل کی زبانی یہ ساری روداد سن کر میں سر تھام کر بیٹھ گئی۔ کیا کروں جو اس درد سے بھرے چھالے کو ٹھیس نہ پہنچے' کتنے جتن کروں کہ اس کی آنکھ میں آنسو نہ آسکے۔ میں تو بری پھنسی' اذیت اور رنج میں بھی میری ہی ذات گرفتار اور بیٹے کی شکایتوں کا مرکز بھی میں' وہ برملا کہتا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا مجھے روائتی بسورتی بیوی نہیں' شوخ چنچل چاہیے تھی۔ اب بتائیے میں کیا کرتی میں نے اس کی پرمسرت کھلکھلاہٹیں دیکھ کر ہی پسند کیا تھا' کیا پتا تھا سارے قہقہے سارے چٹکلے سکھی سہیلیوں کے لیے بچے ہیں ہمارے لیے آنسوؤں سے بھرے ٹب اور رنج بھری شکل ہی رہ گئی ہے۔ دیر تک سر پکڑے میں سوچتی رہی۔

''اذیت۔۔۔ رنج۔۔۔ اور۔۔۔

معاً فیضان نے دھماکا کر دیا۔

''امی وہ میرے ساتھ ہی آفس میں ہوتی ہے۔ میں جانتا ہوں آپ جاب والی لڑکیوں کو پسند نہیں کرتیں نہ ہی زیادہ تعلیم یافتہ لڑکیاں' آپ کو بھاتی ہیں لیکن کیا کروں دونوں بھابیوں کو دیکھ کے میرا دل اوسط درجے کی تعلیم رکھنے والی گھریلو قسم کی لڑکیوں سے الرجک ہو گیا۔ اور پھر وہ۔۔۔ وہ کیا لڑکی ہے خدا کی قسم۔۔۔'' (خدا کی قسم اس کا تکیہ کلام تھا)

''تو تم نے خود ہی لڑکی بھی پسند کر لی اور شادی کا فیصلہ بھی مجھے کیا اطلاع دینے آئے ہو۔'' سارا غصہ اس پر نکالا میں نے۔

''میں نے لڑکی ضرور پسند کر لی ہے اور ظاہر ہے شادی کرنے کے لیے ہی پسند کی ہے' لیکن آخری فیصلہ آپ کا ہی ہو گا۔ اتنا واضح کر دوں کہ محض اس کے جاب کرنے کی وجہ سے اسے مسترد مت کیجیے گا۔ نہیں تو کوئی اور سہی لیکن شادی میں جاب کرنے والی تعلیم یافتہ لڑکی سے ہی کروں گا۔''

''تو پھر اسی سے کر لو میرے بھائی! اپنی پسند کو گنوا مت دینا۔ مشکل سے ہی من پسند ساتھی ملتا ہے۔'' عادل نے سرد آہ بھر کے کہا۔

''یہ نوکری کرنے والی لڑکیاں۔۔۔'' میں نے کچھ کہنا چاہا' لیکن فیضان نے ہاتھ کھڑا کر کے روک دیا۔

''پلیز امی۔۔۔ ایسے کسی کے بارے میں اندازے لگانا درست نہیں۔ آپ اس سے ایک بار مل تو لیں خدا کی قسم' وہ لاجواب لڑکی ہے۔ اتنی ذہین' اتنی قابل'

اتنی گریس فل۔'' ''لڑکی تو نہ ہوئی' عورت کہو۔'' میں نے اعتراض جڑا۔ ''کیونکہ میری ناقص عقل کے مطابق گریس فل کا صرف عمر رسیدہ افراد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔''

''وہ ایک میچور سوچ رکھنے والی لڑکی ہے۔'' میرے اعتراض کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے وہ مسلسل مصر تھا۔ ''اور پھر ہماری دلچسپیاں' خیالات' نظریات بالکل ایک سے ہیں' وہ بھی کمپیوٹر کی فیلڈ سے تعلق رکھتی ہے۔ میں بھی۔ اتنی ہم آہنگی کے ساتھ زندگی آسان ہو جاتی ہے۔'' اس کے دلائل بھی مجھے راضی نہ کر پا رہے تھے۔ نوکری پیشہ باس بہو مجھے ہضم نہ ہو رہی تھی۔

''میں اس ذہنی ہم آہنگی کو بالکل نہیں تسلیم کرتی۔ نظریات و خیالات ایک ہونے سے زندگی خوشگوار ہرگز نہیں ہو سکتی اب سمجھے ہی لو۔ تمہیں اپنے ہوش سنبھالنے سے لے کر اب تک اپنے ابا کا اور میرا کوئی جھگڑا یاد ہے؟ نہیں نا حالانکہ مزاجاً ہم مشرق مغرب تھے وہ گوشت خور مجھے بینگن اور ٹنڈے بھاتے۔ مجھے گرمی بہت لگتی۔ پسینہ بہت آتا اور وہ پنکھے کی آواز تک سے الرجک ہمیشہ سب سے کم اسپیڈ میں پنکھا چلاتے ہیں' انہیں صبیحہ خانم پسند تھی مجھے نشو' ان کا پسندیدہ ہیرو محمد علی تھا اور مجھے تو ہمیشہ سے وحید مراد ہی پسند رہا ہے۔''

''او ہو امی آپ بھی بس۔۔۔'' فیضان نے برا سا منہ بنایا ''اگر آپ کے خیال میں ٹنڈے اور بینگن پر اتفاق رائے ہونا اور وحید مراد کا مشترکہ پسندیدہ ہونا ہی ذہنی ہم آہنگی ہے تو اب یہ وہ زمانہ نہیں رہا' آپ سمجھنے کی کوشش کریں' خدا کی قسم آج کل بیوی کا شوہر کے ساتھ شانہ بشانہ چلنا کتنا ضروری ہے۔''

''آپ ایک بار اس کے کہنے پہ لڑکی دیکھ تو لیں۔'' عادل نے بھائی کی حمایت کی۔

''اور کیا اس سے ملنے کے بعد کوئی اعتراض ہو تو کہیں۔ بلکہ اعتراض ہو گا ہی کیسے۔ خدا کی قسم اسم بامسمیٰ ہے وہ۔''

میں بری طرح چونک کے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ اپنی کمزوری تو میں نے ساری عمر خود تک محدود رکھی تھی۔ اسے کیسے بھنک پڑ گئی۔ میں نے تو کسی کو ہوا تک نہ لگنے دی کہ میں ناموں پر کس حد تک یقین رکھتی تھی۔ اچھا ہی ہوا جو کسی کو نہیں بتایا' اذیت اور رنج والے تجربے کے بعد سب نے ہی مذاق اڑایا تھا میرا کہ اور لاؤ چن چن کے اچھے ناموں والی بہوئیں' اس کے ساتھ ہی مجھے کچھ دیر پہلے چھائی الجھن پھر سے یاد آ گئی۔

''اذیت۔۔۔ رنج۔۔۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔''

''اور۔۔۔؟'' میں ہونقوں کی طرح پوچھنے لگی۔

''اور کیا؟ میں تو یہ کہہ رہا ہوں وہ اپنے نام کی طرح ہی میٹھی میٹھی عادات کی مالک ہے۔ آپ نجانے کہاں کھو گئیں۔''

''کیا نام ہے اس کا؟'' میں نے دل پہ ہاتھ رکھ کر سوال کیا۔

''شیریں۔۔۔''

''اذیت۔۔۔ رنج۔۔۔ اور۔۔۔ تلخی۔''

''کیا۔۔۔؟ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ خدا کی قسم آپ مجھ سے بات کرنے کے موڈ میں ہی نہیں اسی لیے عجیب عجیب باتیں کر رہی ہیں۔ ٹھیک ہے نہ سہی کر لیں اپنی مرضی اور بیڑہ غرق کر دیں میری زندگی کا۔'' وہ ناراض ہو کر اٹھنے لگا تو میں نے ہاتھ تھام کر پاس بٹھا لیا۔

''مجھے کیا ملے گا اپنی مرضی کر کے۔ بچے تو خوش تو میں بھی۔۔۔'' میں نے کہتے کہتے لب کچل ڈالے۔

''میری طرف سے اجازت ہے۔'' ایک تلخی کی کسر تھی۔ تو وہ بھی گھول دے۔'' وہ کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں مجھے تکنے لگا۔ آپ تو سمجھ ہی گئے ہوں گے نا۔''

The End